ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تصنیف الوثائق السیاسیۃ
ایک مطالعہ

——— ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نامور دانش ور اور عظیم مفکر تھے۔ انھیں اسلامی علوم وفنون پر مکمل گرفت حاصل تھی۔ انھوں نے بین الاقوامی قانون اور سیرت نگاری کو اپنی تحقیقی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے بعض ایسے نکات پیش کیے جو متقدمین کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے۔ آپ کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست ہے جو قرآن، حدیث، فقہ، سیرت نبویؐ اور بین الاقوامی قانون جیسے اہم موضوعات کا احاطہ ہے۔ انہی میں سے آپ کی ایک اہم تصنیف **مجموعة الوثائق السياسية في العهد النبوي والخلافة الراشدة** کے نام سے ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ اور نظر ثانی بھی کی ہے، جو ۱۹۵۶ء میں **مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر** قاہرہ سے چھپا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں یہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن بیروت سے بھی شائع ہوا۔ کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے کیا تھا، جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے عہد کی دستاویزات ومکتوبات کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک حصہ میں دورِ نبویؐ کے وثائق دستاویزات ہیں اور دوسرے میں خلافتِ راشدہ کے

وثائق کو مدوّن کیا گیا ہے۔عہدِ نبوی کی دستاویزات کو زمانی ترتیب سے مرتّب کیا گیاہے۔دستاویزات کے آخر میں ایک ضمیمہ ہے، جس میں رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب وہ وثائق درج ہیں جو یہود و نصاریٰ اور مجوس سے متعلق ہیں۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے، کیوں کہ اس میں ان تمام دستاویزات کو جمع کیا گیاہے جن میں رسول اللہ ﷺ کی سیاستِ داخلی وخارجی، انتظامِ مملکت کے امور، انسانی حقوق کا تحفظ، بین الاقوامی تعلقات، انسان دوستی، مذہبی آزادی اور دعوت وتبلیغ کی حکمت ومصلحت جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔کتاب کے آخر میں اشاریہ بھی ہے۔

دستاویزات کی حیثیت

مآخذ سیرت سے معلوم ہوتاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تاسیس کے ساتھ اس کی حدود کی بہ تدریج توسیع فرمائی، جو آپؐ کی سیاسی، عسکری، دعوتی اور تشریعی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔آپؐ نے مختلف قبائل اور خاندانوں کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم کیے۔آپؐ کی ان مساعیٔ جمیلہ کی شہادت اور ثبوت وہ وثائق ودستاویزات دیتے ہیں جو اس دوران میں غیر مسلموں کے حقوق وفرائض کی تعیین کے لیے تیار کیے گئے تھے۔ان میں آپؐ کے دعوتی مکاتیب، سرکاری حکم نامے، امان نامے، وصیت نامے اور گاہے بہ گاہے غیر مسلموں سے کیے گئے معاہدات شامل ہیں۔ ان دستاویزات کو قبائلِ عرب کے، مدینہ کی مرکزی حکومت کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو بہتر بنانے، امن وامان کے قیام، ہم دردی، اخوت، بھائی چارے، مکالمہ بین المذاہب، ستم رسیدہ افراد کو انصاف دلانے، خواتین واطفال کے حقوق کی حفاظت، غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی حفاظت، مذہبی شخصیتوں کی حرمت وعزت کو برقرار رکھنے، عدل ومساوات کے قیام، مذہبی آزادی، بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ جیسی اہم تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے مرتَّب کیا گیا تھا۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی طرف منسوب کی جانے والی ان

دستاویزات کے متعلق تاریخی مآخذ کا متفقہ بیان ہے کہ ان میں سے اکثر مستند ہیں ۔ان کی ایک بہت بڑی مقدار مختلف ادوار کے قیمتی ذخائر میں طویل عرصہ تک محفوظ رہی ۔دانش وروں اور محققین کے ایک بڑے طبقہ نے پہلی صدی ہجری سے ہی ان دستاویزات کو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیا ہے اور ان کی تشریعی اور تاریخی اہمیت وافادیت کے پیش نظر انھیں اپنی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کا موضوع بنایا ہے ۔بعض محققین نے تو ان کو حدیثِ نبویؐ کی ایک قسم قرار دیا ہے ۔۲؎ ان دستاویزات کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض راویوں نے ان کو روایت کرتے ہوئے ان کی سندوں کو ان کے خاندانوں اور قبائل تک پہنچایا ہے، جن کے پاس یہ وثائق تھے ۔اسی طرح انھوں نے ان خاندانوں کے افراد سے ملاقاتوں کے بیّن ثبوت بھی پیش کیے ہیں، جن کے یہاں یہ دستاویزات محفوظ تھیں ۔اکثر حالات میں اصلی وثائق سے نقل کرکے نصوص کو روایت کیا گیا ہے ۔۳؎ ان وثائق کو محفوظ رکھنے کی، علماء و محققین کی کوشش کے باوجود آج کے دور میں ان وثائق کی کم تعداد ہی محفوظ ہے ۔جن وثائق کی اصل محفوظ ہے ان میں مقوقس شاہِ مصر، نجاشی اور منذر بن ساوی کے نام رسول اللہ ﷺ کے لکھے گئے خطوط بیان کیے جاتے ہیں ۔۴؎

ان دستاویزات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا ذکر اکثر محدثین نے کیا ہے ۔مثال کے طور پر امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں میثاقِ مدینہ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے ۔اسی طرح انھوں نے آپؐ کے دعوتی خطوط، خصوصاً ہرقل کے واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، اسی طرح بعض دیگر محدثین، مثلاً امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام حاکمؒ نے اپنی کتابوں میں دعوتی خطوط کا تذکرہ کیا ہے، جو ان کے مستند ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔میثاقِ مدینہ کو ابن اسحاقؒ نے السیرۃ میں، ابن سعدؒ نے الطبقات الکبریٰ میں، ابن ہشامؒ نے السیرۃ النبویہ میں، ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنھایۃ میں، ابن سید الناسؒ نے **عیون الأثر في فنون المغازي و الشمائل و السیر** میں، ابوعبید قاسم بن سلامؒ نے کتاب الاموال میں اور

طبریؒ نے **تاریخ الرسل والملوک** میں بالتفصیل نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ متاخرین علماء نے بھی ان مکاتیب کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً عبدالسلام ہارون نے 'تہذیب سیرت ابن ہشام' میں، محمد صالح جواد السامرائی نے **أثر التخطيط النبوي في بناء المجتمع المدني** میں ان خطوط و معاہدات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مقریزیؒ کی **امتاع الأسماع بما للرسول من الأبناء والأموال والحفدة والمتاع** اور ابن قیمؒ کی **زاد المعاد في هدي خير العباد** میں ان معاہدات ودستاویزات کے ثبوت ملتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم ثانوی مآخذ پر نگاہ ڈالیں تو ان میں بھی ان خطوط ومعاہدات کے نقوش وشواہد مل جاتے ہیں۔ مثلاً علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النبی میں، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ نے الرحیق المختوم میں اور قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے رحمۃ اللعالمین میں ان کا ذکر کیا ہے۔

مفسرین، محدثین، اصحاب سیر اور مؤرخین نے کثرت سے ان دستاویزات کو نقل کیا ہے اور موقع ومحل کے اعتبار سے ان سے فوائد وثمرات بھی مستنبط کیے ہیں۔ لہٰذا یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ وثائق مستند ہیں اور ان سے تشریعی احکام بھی مستنبط ہوتے ہیں، نیز جدید دور میں بھی ان کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دستاویزات کے قدیم مجموعے

یہاں یہ تذکرہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان وثائق کے قدیم مجموعے کون کون سے تھے؟ بعض مآخذ میں مذکور ہے کہ عہدِ خلافت راشدہ ہی میں دستاویزات کو جمع کرنے کا آغاز ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک صندوق تھا، جس میں معاہدات سے متعلق دستاویزات کی نقول محفوظ کی گئی تھیں۔ یہ صندوق ۸۲ھ میں اس وقت جل گیا جب دیوانِ حکومت نذرِ آتش ہوگیا تھا۔[۵] حدیث کے قدیم مجموعوں میں بھی ان وثائق کو جمع کیا گیا تھا۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمرو بن حزم کے مجموعے خاص طور پر شامل ہیں۔ ان کے بعد عبداللہ بن ابی

بکر بن محمد بن عمر و بن حزم ، زہری ، واقدی ،علی بن محمد القرشی ، ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اور ابن المدائنی وغیرہ نے ان معاہدات ودستاویزات کو بڑی تفصیل سے جمع کیا ہے ۔ واقدی منذر بن ساوی کی طرف لکھے گئے رسول ﷺ کے خط کو حضرت عکرمہ کی سند سے روایت کرتے ہیں اوران کا یہ قول بھی بیان کرتے ہیں:

وجدت هذا الكتاب في كتب ابن عباس بعد موته فنسخته۔[٦]

''میں نے اس خط کو ابن عباس کے خطوط میں ان کی موت کے بعد پایا، چناں چہ میں نے اسے نقل کرلیا''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمرو بن حزم کا مجموعہ اس سلسلے کا قدیم ترین مجموعہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے ۔اس مجموعہ کو تیسری صدی ہجری کے عالم دیبلی نے نقل کیا ہے اور ابن طولون نے اسے بہ طور ضمیمہ اپنی کتاب میں شامل کیا ہے ۔[٧]

ابن اسحاق نے یزید بن حبیب المصری کا یہ قول ذکر کیا ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک ایسا نسخہ حاصل کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے وہ مکاتیب موجود تھے جو آپؐ نے مختلف امراء اور شاہانِ عرب وعجم کو تحریر کیے تھے۔ امام زہری نے اس نسخہ کو درست تسلیم کیا ہے ۔[٨] ابن سعد نے ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے:

لو كان متخذاً كتاباً لاتخذت رسائل النبی۔[٩]

ابن ندیم کی کتاب 'الفہرست' میں ابوالحسن المدائنی کی مؤلفات کے ضمن میں اس کی درج ذیل تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے:

١۔عهود النبي ٢- رسائل النبي ٣- كتب النبي الى الملوك ٤- اقطاع النبي ٥- كتاب الخاتم و الرسل ٦- كتاب من كتب له النبي ﷺ كتاباً أماناً ۔[١٠]

ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے ابوالحسن المدائنی کی کتاب 'رسائل النبی' سے نقل کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ابن حجر کے دور تک متداول تھی ۔ انھوں نے مدائنی کو ان لوگوں میں شامل کیا ہے جنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے بادشاہوں کے نام مکاتیب کو جمع کیا ہے ۔[١١]

یہ تمام کتابیں ابن حزم کے مجموعہ کا وہ حصہ معلوم ہوتی ہیں جو اب دست یاب

نہیں ہیں۔۱۲؎ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے منسوب وہ بکھرے ہوئے وثائق ہیں جو قاضی امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج وغیرہ میں منقول ہیں۔۱۳؎

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمات

عہد رسالت اور عہد خلفاء راشدین کے یہ وثائق نوع انسانی کو مختلف معاملات میں غور وفکر کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ان سے تکثیری معاشرہ میں زندگی گزارنے کے آداب واصول معلوم ہوتے ہیں۔اس بنا پر معاصر علماء اور محققین نے ان کی تحقیق کے لیے نمایاں ترین خدمات انجام دی ہیں۔ان میں مسلم اور غیر مسلم (مستشرقین) دونوں شامل ہیں۔ ولہاوزن نے طبقات ابن سعد میں مذکور رسول ﷺ کے مکاتیب ومعاہدات کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا ہے اور ان پر حواشی وتعلیقات تحریر کیے ہیں۔اس کے علاوہ برصغیر ہند کے علماء نے بھی عہد نبوی کے وثائق کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمت سرفہرست ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تصنیف 'الوثائق السیاسیۃ' اپنے موضوع پر ماخذ ومصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔انھوں نے ان تمام اہم دستاویزات کو مدوّن کیا جنھیں رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے منسوب کیا جاتا ہے۔اسی کے ساتھ انھوں نے ان وثائق کے اصل مآخذ کی نشان دہی بھی کی ہے۔فاضل مصنف نے یہ کام بنیادی طور پر سوربون یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے کیا تھا۔فرانسیسی زبان میں ان کے اس تحقیق کام کا موضوع Docoments sur la diplomatic musulmane تھا۔ یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں پیرس میں چھپی تھی۔

ان دستاویزات کا تعلق زیادہ تر سیاسی اور سرکاری معاملات سے ہے۔ کچھ دستاویزات انفرادی ہیں اور کچھ دیگر امور ومعاملات سے بھی متعلق ہیں۔ان کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱– سرکاری وثائق/ معاہدات۔

۲۔ دعوتی خطوط و مراسلات۔

۳۔ سرکاری عہدہ داروں کے تقرر اور ان کے اختیارات سے متعلق حکم نامے۔

۴۔ زمین کے الاٹمنٹ کی دستاویزات۔

۵۔ امان نامے اور وصیت نامے۔

۶۔ خصوصی اختیارات و حقوق سے متعلق وثائق۔

۷۔ وہ خطوط جو رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب کے جواب میں آئے۔

۸۔ انسانی حقوق سے متعلق دستاویزات۔

۹۔ مذہبی آزادی سے متعلق احکام۔

عہد رسالت کے وثائق کی تعداد یہ ہے: معاہدات: ۷۰۔ دعوتی خطوط: ۴۲۔ سرکاری حکم نامے/ عہدہ داروں کی تقرری / اختیارات وغیرہ سے متعلق: ۵۶۔ زمین کی الاٹمنٹ کے احکام سے متعلق وثائق: ۳۶۔ امان نامے: ۱۴۔ خصوصی مشورہ کی تحریریں: ۲۔ متفرق دستاویزات: ۳۳۔

عہد ابوبکر صدیقؓ کے وثائق یہ ہیں: ۱۔ مرتدین کے نام خطوط: ۳۔ سرکاری اہل کاروں کے نام خطوط: ۷۔ بادشاہوں/سربراہوں کے نام خطوط: ۱۔ معاہدات: ۱۲۔ مقامی کمانڈروں کے مفتوحہ علاقوں کے عوام کے نام دستاویزات: ۵۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے دور کی دستاویزات: معاہدات: ۳۲۔ حضرت عمر کے اہل کاروں/ مقامی کمانڈروں کے نام خطوط: ۱۹۔ مقامی کمانڈروں/ اہل کاروں کی طرف سے خلیفہ کے نام خطوط: ۱۳۔ اہل کاروں کے تقرر نامے سے متعلق: ۱۔ متفرق: ۳۔

حضرت عثمانؓ کے دور کی دستاویزات: اہل کاروں کے نام خطوط: ۲۔

وثائق نبوی ﷺ میں استعمال ہونے والی زبان

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ جن الفاظ کا استعمال وثائق میں ہوا ہے وہ

زبان ان کے مستند ہونے کے لیے کافی ہے۔مثلاً وثیقہ نمبر ۹۰ میں 'حق' کا لفظ زکوٰۃ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔اسی طرح وثیقہ نمبر ۱ میں 'کتاب' کا لفظ 'فرض' کے معنیٰ میں ہے۔وثیقہ نمبر ۲۹۴ میں 'غلب' کا لفظ مغلوب کے معنیٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔وثیقہ نمبر ۳۱۶ میں 'ذکر' کا لفظ 'صلوٰۃ' کے معنیٰ کے لیے آیا ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ غریب و نادر الفاظ کا استعمال ضروری نہیں ہے۔کیوں کہ عربی زبان میں بعض مرتبہ مصنفین تفاخر کے اظہار کے لیے غریب اور شاذ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن الاثیر نے رسول اللہ ﷺ سے منسوب ایک خط میں غریب الفاظ کے استعمال پر تبصرہ کرتے لکھا ہے:

> ''ترکنا ذکرہ، لأن رواتہ نقلوہ بألفاظ غریبۃ ، وبدّلوھا وصحفوھا۔'' [۱۴]
>
> ''ہم نے اس (خط) کا ذکر نہیں کیا ہے، کیوں کہ اس کو روایت کرنے والوں نے غریب الفاظ کا استعمال کیا ہے اور اس میں تبدیلی اور تصحیف سے کام لیا ہے۔''

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اس خط کا وثیقہ نمبر ۱۳۳ میں ذکر کیا ہے۔ان کے نزدیک اس وثیقہ کے درست ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ بعض وثائق میں پُرتکلف الفاظ ان وثائق کی صحت کو شک میں مبتلا کر دیتے ہیں، جیسا کہ واقدی کے روایت کردہ وثیقہ نمبر ۵۱، ۵۲ اور ۹۱ کی زبان پر تکلف ہے۔اس کے برعکس جو وثائق اہل ایلا اور اہل طائف کے ساتھ معاملات سے متعلق ہیں وہ ان کی صحت پر دلالت کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کا اسلوب اور زبان اصل عربی ہے۔

الوثائق السیاسیۃ کے مراجع

کتاب کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ فاضل مصنف نے اپنی کتاب کو اہم مصادر سے مدوّن کیا ہے۔ انہوں نے جن مآخذ کا استعمال کیا ہے ان پر نقد بھی کیا ہے۔ان کی تحقیق کے مطابق عہد نبوی ﷺ کے وثائق کا سب سے اہم مرجع

ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ ہے ۔اسی طرح عہد خلفاء راشدین کی دستاویزات کے لیے طبری کی تاریخ الرسل والملوک اور بلاذری کی فتوح البلدان ان کے پیش نظر رہی ہے ۔طبری نے تاریخی واقعات کومختلف روایات سے لیا ہے،تاہم ان کی کتاب میں کچھ ایسی روایات بھی شامل ہیں جو معتبر نہیں ہیں، اسی طرح طبقات ابن سعد کے مصنف کی یہ کوشش رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ روایات کو جمع کرلیا جائے ۔انہوں نے روایات کی چھان پھٹک کو ضروری خیال نہیں کیا ہے۔

الوثائق السیاسیۃ کے مصادر میں سے ایک ابوعبید کی کتاب الاموال بھی ہے ۔ یہ کتاب اگرچہ معتبر ہے،لیکن اس میں کہیں کہیں بعض جملے ترک کردیے گئے ہیں۔ فاضل مصنف کی یہ رائے بھی اہم معلوم ہوتی ہے کہ ابن ہشام کی 'السیرۃ النبویہ' اور امام ابویوسف کی 'کتاب الخراج' مصادر میں سے قدیم ہونے کے ساتھ سب سے زیادہ ثقہ اور جامع بھی ہیں ۔

طریقۂ تالیف

فاضل مصنف کا طریقۂ تالیف یہ رہا ہے کہ انہوں نے ہر وثیقہ کے آخر میں مصادر ومراجع کو تاریخی ترتیب سے بیان کیا ہے ۔اس کے ساتھ مختلف مصادر میں الفاظ اورترتیب کے جو اختلافات پائے جاتے ہیں ان کو بھی واضح کیا ہے۔ یہ اختلافات روایت بالمعنی کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں اوران سے کئی اہم نتائج سامنے آتے ہیں ۔مثلاً بعض مصادر میں وثائق کے نصوص موجود ہیں، جب کہ بعض میں نصوص مذکور نہیں ہیں، صرف دستاویزات کا ذکر ہوا ہے ۔فاضل مصنف نے ہر وثیقہ کو ایک نمبر دیا ہے اوراس کے اختتام پر رموز واشارات سے مصادر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن رموز اورمصادر کا استعمال کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

بآ- سیرۃ ابن اسحاق، بعم-ابن عبدالحکیم، بث -اسدالغابہ، لابن اثیر، بح- الاصابہ لابن حجر، بحز-ابن حزم، بحن-مسنداحمد بن حنبل

،ید-سنن ابی داؤد ،بس- طبقات ابن سعد ، بسن- سیرۃ ابن سیدا لناس،بط-اعلام السائلین لابن طولون ،بع-ابو عبید،بعب- الاستیعاب لابن عبدالبر،قلقش القلقشندی،بعر- ابن عبدربہ کی عقدالفرید،بق- زادالمعاد لابن قیم،بک ابن کثیر ،بلاد- البلاذری فتوح البلدان،بہ-سیرۃ ابن ھشام ،ببو- الخراج لابی یوسف،دیب- الدیبلی،طب- تاریخ الطبری ،غمغ- عبدالمنعم خاں،قس-القسطلانی - ععددو المرار بالعدد عندذکر۔

ب- کتاب کے ورق کی دوسری طرف (مثلاً ورق ۴۰ب)

ص- الصفحۃ،ف-الفقرۃ والفصل ،ج- الجزء او المجلد ، س- سطر،انظر-یشیر الی البحوث الحدیثۃ۔

علامۃ الاضافۃ والمضاف،علامۃ الحذف ،علامۃ الاستمرار فی الروایۃ۔

قال-یشیر الی الروایات غیر الکاملۃ من الوثائق۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وثائق میں املا کی بعض غلطیاں موجود ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض کاتبوں نے نقل کے دوران عربی قواعدِ صرف ونحو کی روشنی میں غلطیوں کو درست کر دیا ہو۔ مثلاً ’ابن ابو‘ جیسی عبارتیں، جو کہ قواعد صرف ونحو کی روشنی میں ’ابن ابی‘ وغیرہ کر دی گئیں، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں کہ ’’اس کے باوجود میں نے چار جگہوں پر ایسے الفاظ موجود پائے ہیں‘‘۔ ۱۵؎

اس بات کا بھی امکان ہے کہ بعض وثائق کو سیاسی منفعت کے حصول کے لیے گھڑ لیا گیا ہو، کیوں کہ اس کی شہادت بلاذری نے دی ہے۔ اہل نجران کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے معاہدہ کی شرائط ودفعات کو روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال یحییٰ بن آدم: وقد رأیت کتاباً في أیدی النجرانیین کانت نسخته شبیهةً بهذه النسخة، وفي أسفله: وکتب علي ابن أبی طالب ولا أدری ماذا أقول فیه۔ ۱۶؎

اسی طرح اس کا بھی امکان ہے کہ ان وثائق میں بعض افراد نے اپنی خواہشات کے مطابق اضافے بھی کر دیے ہوں۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے تمام وثائق کے حتمی اور قطعی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے ۔خود انہوں نے بعض ایسے وثائق کی نشان دہی کی ہے،جن میں سقم پایا جاتا ہے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے 'الوثائق السیاسیۃ' کی شکل میں ایک بنیادی اور اعلیٰ معیار کا تحقیقی کام کیا ہے۔ان کی یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

معاہداتِ نبویؐ

سطورِ ذیل میں الوثائق السیاسیۃ میں مذکور معاہدات میں سے چند پر گفتگو کرنا اور عہد حاضر میں ان کی اہمیت و معنویت بیان کرنا مقصود ہے۔ مثلاً دستورِ مدینہ، معاہداتِ حلف ،معاہداتِ صلح ،معاہداتِ امان وغیرہ۔ ہجرتِ نبوی کے بعد مدینہ کو اسلامی ریاست کا درجہ حاصل ہوا اور باضابطہ ریاست کا آئین مرتب ہوا ، جسے 'میثاقِ مدینہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس میثاق کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے دنیا کا پہلا تحریری دستور ثابت کیا ہے ۔اسی طرح ڈاکٹر موصوف نے ان معاہدات کا بھی ذکر کیا ہے جو مدینہ میں اسلامی ریاست کی تاسیس کے بعد مدینہ کے مغرب میں بسنے والے قبائل جہینہ،مزینہ اور ضمرہ سے کیے گئے ہیں۔ ان معاہدات کا مقصد اسلامی ریاست کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنا تھا، خصوصاً مشرکین مکہ اور قبائل غطفان وغیرہ سے۔اس وجہ سے ان معاہدات کو دفاعی نوعیت کے معاہدات کہنا بھی درست ہوگا۔ حدیبیہ کے مقام پر ہونے والا معاہدۂ صلح اپنی نوعیت کے اعتبار سے انفرادی معاہدہ ہے، جو برسر پیکار دشمن کے ساتھ عارضی صلح کی صورت میں طے پایا تھا۔اس معاہدہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ دس برس تک جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا تھا۔قرآن نے اس کو 'فتح مبین' سے تعبیر کیا ہے۔اسی طرح تجدید حلیفی کا وہ معاہدہ بھی منفرد تھا جو بنوخزاعہ کے ساتھ طے پایا تھا۔ یہ لوگ اپنے پرانے معاہدہ کی تجدید کے لیے آئے تھے ۔آپؐ نے زمانۂ جاہلیت کے اس معاہدے کی تجدید فرمائی۔اسی کے ساتھ فاضل مصنف نے ان معاہدات کو پیش کیا ہے جن کا تعلق امن و امان سے ہے اور جو اکثر مفتوح قبائل و اقوام

سے کیے گئے تھے اور انہیں تمام بنیادی انسانی حقوق اور اہم ضروریات کی تکمیل سے سرفراز کیا گیا تھا۔ ان معاہدوں میں آزاد عرب قبائل کے علاوہ وہ اقوام بھی فریق بنیں جو روم وفارس کی باج گزار کہلاتی تھیں۔

میثاقِ مدینہ

رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہاں اوس وخزرج کے بارہ قبائل اور یہود کے تقریباً بیس قبائل تھے۔ ۱۷؎ ادھر مہاجرین بھی مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اوس وخزرج میں باہم نسلوں سے پرخاش چلی آرہی تھی، جب کہ یہود کے بعض قبائل اوس اور بعض خزرج کے حلیف بنے ہوئے تھے اور جنگوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے۔ مدینہ کے لوگ ان طویل لڑائیوں سے تنگ آچکے تھے اور امن وامان کے خواہاں تھے۔ ان حالات میں فوری ضرورت تھی کہ یہ تمام قبائل وطبقات مل جل کر زندگی بسر کرسکیں۔ چنانچہ آپ ؐ نے ہجرت کے چند ماہ بعد ہی ایک دستاویز مرتب فرمائی، جو کہ وہاں کے رہنے والوں کا دستورالعمل قرار پایا۔ ۱۸؎ یہ دستاویز الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مختلف کتبِ حدیث وسیرت میں موجود ہے۔ قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحاقؒ نے اس کا مکمل متن اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام ابوعبیدؒ نے ایک دوسری سند کے ساتھ بھی اس کا متن ذکر کیا ہے۔ مؤرخین اور سیرت نگاروں میں سے بلاذری، ابن سعد، زرقانی، ابن کثیر اور بخاری ومسلم کے علاوہ احمد، دارمی اور ابوداؤد نے بھی اس میثاق کو ذکر کیا ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصہ کا تعلق مہاجرین وانصار سے ہے اور دوسرا حصہ یہودی قبائل سے متعلق ہے۔

اس میثاق کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے یہود سے اپنی قیادت وسیادت تسلیم کرائی، جو عرصۂ دراز سے مدینہ کی زمام اقتدار کے مالک تھے۔ یہ میثاق کب وجود میں آیا تھا؟ اس سلسلے میں بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ ہجرتِ مدینہ کے کچھ عرصہ بعد ہی مرتب ہوا تھا، لیکن بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ میثاق کا وہ حصہ جو عرب مسلمانوں (مہاجرین وانصار) سے متعلق ہے وہ ہجرت مدینہ کے

بعد پہلے سال میں مرتب ہوا تھا، جب کہ دوسرا حصہ، جو یہود سے متعلق ہے، وہ ۲ھ میں جنگِ بدر کے بعد طے پایا تھا، البتہ اسے پہلے حصہ کے ساتھ شامل کر دیا گیا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن منظور نے لسان العرب میں اس کو دو ناموں سے ذکر کیا ہے: ایک 'فی کتابہ للمهاجرین والأنصار' اور اسی کے ذرا نیچے 'ووقع في كتاب رسول الله ﷺ اليهود' لکھا ہے۔۱۹؎

اس سلسلے میں ایک اور اہم شہادت امام ابو داؤدؒ کی ہے۔ انہوں نے اپنی السنن میں اس دستور کو جنگ بدر کے بعد کا صحیفہ قرار دیا ہے۔۲۰؎ مستشرقین میں سے ولہاوَزن کے مطابق یہ صحیفہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے، جب کہ ہیوبرٹ گریم اس کو غزوۂ بدر کے بعد کا بتاتے ہیں۔ مونٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ اصل دستورِ مدینہ تو بدر سے پہلے نافذ ہوا، مگر اس میں ضرورت کے مطابق تبدیلی کی جاتی رہی۔ اسی طرح آر، بی ،سرجنٹ، ریوین لیوی ،موشے گل وغیرہ اسے قبل از بدر کا دستور قرار دیتے ہیں۔ ان حضرات نے اپنے اپنے خیال کے مطابق دلیلیں پیش کی ہیں، جن کے ذکر کرنے کا یہاں موقع نہیں۔۲۱؎ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ دستور دو حصوں میں مرتب ہوا تھا: ایک انصار و مہاجرین سے جڑا ہوا ہے، جو بدر سے قبل کا ہے اور دوسرا بعد از بدر کا ہے، جس کے یہود مخاطب ہیں۔۲۲؎

اس معاہدہ کی بدولت پہلی اسلامی ریاست کا آغاز ہوا اور حضرت محمد ﷺ کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے ریاستِ مدینہ کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ اس کی وجہ سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں ہر قوم و مذہب کے حقوق و فرائض کا تعین عدل وانصاف کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔ اس معاہدے نے ظلم و بربریت کا خاتمہ کر کے معاشرہ کو عدل و مساوات جیسی اہم بنیادی تعلیمات سے آراستہ کیا، کمزوروں، مظلوموں اور ناداروں کی دادرسی کا اہتمام کیا گیا، مدینہ کی اسلامی ریاست تمام تر داخلی وخارجی فتنوں سے محفوظ ہوگئی اور اسلامی معاشرہ کی تنظیم وتشکیل ممکن ہوگئی۔ اس کے ذریعہ مدنی قبائل کی مدت سے جاری خانہ جنگی ختم ہوگئی اور قبائل کی باہم شیرازہ بندی بھی

ممکن ہوسکی۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ مختلف اقوام وملل کے مابین قانون سازی اوردستورسازی کے لئے عدل ومساوات پر مبنی اصول وضع کیے گئے۔

مدینہ کے دیگر قبائل سے معاہدات

حضورﷺ نے مدینہ کے جنوب میں بسنے والے قبائل: بنومدلج، بنوضمرہ، جہینہ ومزینہ، بنوغفار اوراشجع وغیرہ سے بھی معاہدات کیے تھے۔ متذکرہ قبائل کے دورِ جاہلیت میں اوس وخزرج کے ساتھ حلیفانہ معاہدات تھے۔ چنانچہ قبیلۂ جہینہ اورقبیلہ اشجع خزرج اورقبیلۂ مزینہ اوس کے ہم نوا تھے۔ ۲۳؎ ڈاکٹرحمید اللہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آپؐ نے ان قبائل کے اوس وخزرج کے ساتھ پرانے حلیفانہ معاہدے کی ہی تجدید فرمائی ہو۔ ۲۱؎ بہر حال یہ معاہدہ پرانا ہو یا نیا، دونوں صورتوں میں اہم بات یہ ہے کہ آپؐ نے ان قبائل کے انصار کے ساتھ تعلقات کا فائدہ اٹھایااور معاہدات کی صورت میں پرانے تعلقات کو مزید مضبوط بنادیا۔ ان قبائل سے معاہدات کے بعد صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ جوقبائل پہلے آپس میں دست وگریباں رہتے تھے وہ اب باہم حلیف اور دوست بن گئے تھے۔ان تمام قبائل کے ساتھ معاہداتِ نبوی کامتن ملتا جلتاہے، جوعموماًاس طرح کا ہوتا تھا کہ ''وہ قبائل اورمسلمان ایک دوسرے کےخلاف جنگ نہیں کریں گے، نیز ظالم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد بھی کریں گے۔'' ۲۵؎

مآخذ میں قبیلۂ بنوضمرہ کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کا ذکر ملتاہے۔ یہ محض غیر جانب داری کا معاہدہ تھا۔ اس میں باہم ایک دوسرے کی اعانت وامداد کا ذکر نہیں ہے: ''نہ آپؐ بنوضمرہ سے جنگ کریں گے اورنہ وہ آپؐ سے۔اسی طرح آپؐ کے خلاف کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے'' ۲۶؎ بنوضمرہ کی شاخ بنوعبد بن عدی کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کا ذکر ملتاہے کہ ''بنوعبد بن عدی قریش اورمسلمانوں کی باہمی جنگ میں مسلمانوں کے مددگار رہوں گے''۔

ان معاہدات کے سلسلے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ جہاں ان کے ذریعہ ایک منظم ومتحد معاشرہ کاوجود عمل میں آیا وہیں ان کے سیاسی ،سماجی اورمذہبی طور پر بھی مثبت

اثرات مرتب ہوئے۔کیوں کہ ریاستِ مدینہ دفاعی طور پر مستحکم ہوئی۔اس کے مشرق وشمال میں زیادہ تر یہود آباد تھے ۔مغرب میں مذکورہ بالا قبائل سے حلیفانہ اور جنگ بندی کے معاہدوں کے ذریعہ مدینہ کو یہود کی شورش اوران کی بغاوت سے بچایا گیا۔دوسری طرف قریش مکہ تھے، جو بنوضمرہ وغفار کے ہم نسب وحامی تھے ۔ مشرکینِ مکہ کے دوست قبائل کے ساتھ حلیفانہ اور غیر جانب داری کے معاہدات کر کے قریش کو مدینہ پر حملہ کی صورت میں ان قبائل کی امداد سے محروم کر دیا گیا تھا۔یہ نکتہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان معاہدات کی بدولت شام کی تجارتی شاہ راہ پر مسلمانوں کا تصرّف وقبضہ مضبوط ہوا۔ ان معاہدات کی بدولت باہمی آمدورفت کا سلسلہ بڑھا۔اس طرح قبائل کو اسلام کے متعلق سمجھنے کا موقع میسر آیا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں ان قبائل کے بہت سے افراد اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ۲۷؎

معاہدۂ حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ ھ کے اوائل میں رسول اللہ ﷺ تقریباً چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے ۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر آپؐ نے ایک قاصد کے ذریعہ اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، جنگ ہمارا مقصد نہیں ہے۔اس موقع پر اہل مکہ کی طرف سے آپؐ کے قاصد کو قتل کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔وہ بڑی مشکل سے واپس آئے۔اس کے بعد آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بہ طور سفیر مکہ مکرمہ بھیجا۔قریش مکہ کی طرف سے بدیل بن ورقاء،مکرز بن حفص،عروہ بن مسعود اور سہیل بن عمرو کو بہ طور سفیر بھیجا گیا۔ اس کے بعد دونوں فریقوں کے مابین معاہدۂ صلح طے ہوا۔ ۲۸؎

جن حالات میں یہ معاہدہ ہوا اسے بھی نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ہجرت کے چھٹے سال روم وفارس کی لڑائی، فارس کی شکست پر ختم ہوئی اور مسلمانوں کے لیے اس بات کا بہترین موقع ہاتھ آیا کہ وہ فارس کے باج گزار علاقوں پر توجہ بڑھائیں، جس کے لیے اہل مکہ سے معاہدۂ امن وصلح ضروری تھا۔مدینہ کے یہود میثاقِ مدینہ کے پابند

نہیں رہے تھے، اس لیے انہیں رسول اکرم ﷺ نے مدینہ سے نکال باہر کیا تھا۔ چنانچہ یہ یہودی آس پاس کے علاقوں (خیبر تا شام) میں آباد ہو گئے تھے اور انھوں نے دوسرے یہود و مشرکین کے ساتھ مل کر متحدہ محاذ قائم کرلیا تھا۔ ادھر مدینہ کے شمال مشرق میں بعض قبائل، مثلاً غطفان وغیرہ (جو کہ یہود کے حلیف تھے) مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ یکجا ہو گئے تھے۔ مدینہ کے منافقین بھی باہر کی تمام دشمن طاقتوں کی حمایت ونصرت کے لیے آمادہ تھے۔ قریشِ مکہ مسلمانوں کے طاقت ور ترین دشمن تھے۔ ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے معاہدۂ حدیبیہ طے پایا۔ ان حالات میں بہ یک وقت تمام دشمنوں سے نمٹنا آسان نہیں تھا، اس لیے آپؐ نے سیاسی بصیرت کا استعمال کرتے ہوئے یہ معاہدات کیے تھے۔ علامہ سرخسیؒ نے بڑی پتے کی بات کہی ہے کہ اگر مسلمان مکہ جاتے تو خیبر وغطفان مدینہ پر حملہ کر دیتے اور اگر خیبر جاتے تو مکہ والے مدینہ پر چڑھائی کر دیتے، کیوں کہ مدینہ درمیان میں واقع ہے۔ شمال میں خیبر پانچ منزل اور جنوب میں مکہ بارہ منزل پر ہے۔۲۹ ایک طرف قبائلِ غطفان وفزارہ متوطن تھے، جن کا پیشہ لوٹ مار تھا اور جو بے اصول خانہ بدوش عرب تھے۔ اس وجہ سے ان سے دوستی یا ان پر اعتبار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ شمال میں یہود خیبر تھے۔ انہیں مدینہ سے جلاوطنی اور جائیداد سے محرومی کا داغ تھا اور ان کی دیرینہ خواہش تھی کہ اپنی جائیداد مسلمانوں سے کسی طرح سے واپس لے لیں۔ اس وجہ سے ان سے بھی بہ ظاہر صلح کے آثار نہیں تھے۔ دوسری طرف مشرکین مکہ تھے، جو مکہ کے مستقل باشندہ تھے اور سیاسی شعور بھی رکھتے تھے۔ ۳۰

صلح سے قبل سخت قحط کے زمانہ میں، جب کہ ایک مسلمان سردار ثمامہ نے اہل مکہ کی خوراک کی رسد بند کر دی تھی، جو آپؐ کی سفارش سے دوبارہ بحال ہوئی۔ اس عمل سے اہل مکہ کے دلوں میں کچھ نرم گوشہ ضرور پیدا ہوا ہوگا۔ اسی دوران حضور ﷺ نے مکہ کے نادار افراد کے لیے پانچ سو اشرفیاں روانہ کی تھیں، جس سے اہل مکہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ معاہدۂ حدیبیہ سے قبل آپؐ نے مکہ کے بااثر سردار ابوسفیان بن حرب کی

صاحب زادی ام حبیبہؓ سے عقد فرمالیا۔ اس عرصے میں مشرکینِ مکہ کی عراق وشام کی تجارتی شاہ راہ پر مسلمانوں نے اپنا اثر ورسوخ جمالیا ،جس سے اہل مکہ کو خاصا معاشی نقصان ہورہا تھا۔ اس وقت ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ آگے وہ مہینے آرہے تھے جو مسلمانوں اور مشرکین دونوں کے یہاں مقدس تسلیم کیے جاتے تھے اوران مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قریش کو اپنی بدنامی کا اندیشہ تھا کہ ساری دنیا والے یہ نہ کہیں کہ قریش لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکتے ہیں۔ان تمام اسباب وقرائن کی بنیاد پر قریش کے ساتھ صلح کے واضح امکانات نظر آرہے تھے اور آپؐ کی بھی ہر ممکن کوشش تھی کہ جنگ سے احتراز کیا جائے اور صلح کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا تھا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،آج قریش مجھ سے جو مطالبہ کریں گے میں اسے قبول کروں گا۔''۳۱؎

بالآخر حدیبیہ کے مقام پر طویل گفت وشنید کے بعد قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے ساتھ معاہدہ طے پایا،جس کی اہم دفعات درج ذیل ہیں :

۱— مسلمان اس سال مکہ آئے بغیر واپس ہوجائیں اور آئندہ برس عمرہ کریں۔

۲— دس سال تک فریقین باہم جنگ نہیں کریں گے۔

۳— اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے تو واپس کیا جائے گا اور کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴— تجارت کے لیے ایک دوسرے کے راستہ سے گزرنے کی اجازت ہوگی۔

۵— قبائل میں سے جو مسلمانوں یا قریش کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کرنا چاہیں وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ ۳۲؎

اگر اس معاہدہ کی نوعیت اور دفعات پر غور کیا جائے تو یہ بہ ظاہر مسلمانوں کے خلاف معلوم ہوتا ہے،لیکن اس کے بہت دوررس اور مفید اثرات مرتب ہوئے اور اس کے بعد اسلام کی خوب ترویج واشاعت ہوئی ۔خود قرآن نے اسے ’فتح مبین‘ قرار دیا ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (سورہ الفتح: ۱)

''بے شک (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح دی''۔

امام زہریؒ اس صلح کے متعلق رقم طراز ہیں:

''اسلام میں اس سے قبل کوئی بڑی فتح نہ تھی۔ جنگ میں لوگ دست و گریباں ہوتے تھے۔ جب امن وسکون ہوگیا، جنگ ختم ہوگئی، لوگ ایک دوسرے سے پرسکون ہوگئے، وہ ایک دوسرے سے ملے، باہم بات چیت کی، جس نے بھی اسلام کی حقانیت کو سمجھا وہ اسلام میں داخل ہوگیا اور دو برس میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے اس سے قبل مسلمان ہوئے تھے، یا اس سے بھی زیادہ مسلمان ہوئے۔''۳۳؎

معاہدۂ خزاعہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب میں اس وثیقہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کی اہمیت اس اعتبار سے بڑھ جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کے بعض حلیفانہ معاہدات کی تجدید فرمائی تھی۔ اس سلسلہ کا یہ اہم ترین معاہدہ ہے، جو قبیلۂ خزاعہ کے ساتھ طے پایا تھا۔

قبیلۂ خزاعہ مکہ کے قریب ایک دن کی مسافت پر مرالظہران نامی جگہ آباد تھا۔ جاہلی دور میں جب قبیلۂ جرہم نے حجاج اور زائرین کعبہ کے ساتھ زیادتی شروع کیں تو اس قبیلہ نے ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں مکہ سے باہر نکال دیا اور خود کعبہ کے متولی بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد قصی بن کلاب نے قریش و کنانہ سے مل کر انہیں مکہ سے بے دخل کر دیا۔ ۳۴؎

مآخذ کے بیان کے مطابق پھر اس قبیلہ نے حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے حلیفانہ تعلق قائم کرلیا، اس طور پر کہ آپؐ کے دادا عبدالمطلب کا اپنے چچا نوفل سے تنازع ہوگیا تو عبدالمطلب نے مدینہ میں اپنے رشتہ داروں (بنونجار) سے مدد طلب کی۔ بنونجار کے ستّر جنگ جوان کی مدد کے لیے مکہ آگئے، جس سے لڑائی ٹل

گئی۔ اس موقع پر عبد شمس نے نوفل سے اور خزاعہ نے عبدالمطلب سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔۳۵؎ اس معاہدہ میں عہد جاہلی میں یہ طے پایا تھا کہ فریقین ایک دوسرے کی جنگی امداد کرنے کے پابند ہوں گے اور یہ معاہدہ اس وقت تک رہے گا جب تک سمندر میں تری باقی رہے گی۔ فریقین کے تمام چھوٹے بڑے گروہ اس میں شامل ہیں اور وہ بھی جو کہ اس وقت موجود نہیں۔ معاہدہ کے الفاظ یہ تھے:

> ''معاہدہ یہ ہے کہ جب تک کوہ ثبیر پر سورج چمکتا رہے اور اونٹ اپنے نوزائیدہ بچوں کے لیے تڑپتے رہیں اور جب تک زمین پر پہاڑوں کا وجود قائم ہے، جب تک زائرین مکہ میں آتے رہیں، معاہدہ ختم نہیں ہوسکتا، بلکہ جب تک سورج کی روشنی اور رات کی تاریکی دنیا پر منعکس ہوتی رہے گی، اس معاہدہ کی شرائط میں اور زیادہ پابندی ہوتی رہے گی۔ اس وقت تک عبدالمطلب اور ان کے بیٹے اور ان کے حلیف بھی بنوخزاعہ کی نصرت وحمایت کرتے رہیں گے۔ اسی طرح بنوخزاعہ اور ان کے حلیف، خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب کی وادیوں میں خیمہ زن ہوں، یا کھلے میدان میں ہوں، ہر صورت میں وہ سب عبدالمطلب اور ان کی اولاد کے معاون ومددگار رہیں گے۔''۳۶؎

جب بنوخزاعہ نے حضور ﷺ سے حدیبیہ میں اس معاہدہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اسلام جاہلیت کے معاہدہ کو مزید مضبوط کرتا ہے۔''۳۷؎ اس طرح اس معاہدہ کی تجدید کردی گئی۔ اس کا بنیادی اور اہم ترین فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی ریاستِ مدینہ کا اثرورسوخ مکہ کی شہری ریاست کے قریب ترین پہنچ گیا اور بنوخزاعہ کو امن وامان کے ساتھ گزربسر کرنے کا پروانہ تحریری شکل میں حاصل ہوگیا۔

فارس وروم کے زیر اثر قبائل سے معاہداتِ نبوی

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اپنی کتاب میں یوں تو عہدِ نبوی اور عہدِ خلفاء راشدین کی تمام دستاویزات کو جمع کیا ہے، لیکن ان میں وہ دستاویزات اہم ہیں جو فارس

اور روم کے باج گزار قبائل سے معاہدہ کے نتیجے میں تیار ہوئی تھیں۔ ان کی اہمیت وانفرادیت موجودہ دور میں بھی باقی ہے۔

عہدنبوی میں فارس اور روم دنیا کی دو عظیم طاقتیں شمار کی جاتی تھیں۔مختلف اسباب کی بنا پر دونوں حکومتوں کے درمیان عداوت پائی جاتی تھی۔ دونوں حکومتیں اپنے علاقوں میں توسیع کرنے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے رہتی تھیں۔عہدنبوی کے ابتدائی زمانے میں رومیوں نے اپنی بادشاہت کا تمام مشرقی حصہ کھودیا تھا۔ شام، آرمینیا، مصر، حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک ایرانی جھنڈے لہرارہے تھے۔ اس وقت قرآن نے اس صورت حال کے بالکل برعکس پیشین گوئی کردی کہ رومی فارس پر دوبارہ غالب آجائیں گے۔(الروم :۱) چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ہی ۶۲۱ء/ ۶ھ میں نینویٰ کے مقام پر رومیوں نے ایرانیوں کو فیصلہ کن شکست دی اور اپنے تمام مقبوضہ علاقے واپس لے لیے۔ ان دونوں طاقتوں نے اپنی سرحدوں کے کنارے اور کہیں اندر تک عرب میں اپنے اثرات پھیلا رکھے تھے۔ بعثتِ نبوی تک شمال عرب میں کئی اہم علاقے رومیوں کے زیر اثر آچکے تھے، جن میں سرفہرست دومۃ الجندل ، ایلہ، مقنا اور آل غسان وغیرہ ہیں۔ ان علاقوں میں متوطن قبائل: بنوکلب، بنوثعلب ،جزام،قین اورقضا بیزنطینی جھنڈے تلے آچکے تھے۔ اسی طرح عہدِنبوی میں عرب کے کئی اہم قبائلی علاقے: یمن، یمامہ، عمان، بحرین اور طائف وغیرہ فارس کے زیر تسلط تھے۔ یہ دونوں ممالک بڑی حکومت کے دعویٰ دار تھے،لیکن عہدنبوی کے درمیانی زمانہ میں اندرونی طور پر انتشار کا شکار تھے، جس کی وجہ ان کے زیر اثر علاقوں پر ان کے اثرات کم زور پڑ رہے تھے۔اس موقع کو غنیمت جان کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے معاہدات کیے۔

ثقیف ہوازن کا معروف قبیلہ تھا، جو مکہ سے چند کلومیٹر کی دوری پر طائف میں سکونت پذیر تھا۔ قبائل عرب میں سیاسی، مذہبی اور معاشی طور پر مستحکم تھا۔ اس کی آبادی میں دو گروہ قابل ذکر ہیں: بنی مالک اور احلاف۔ یہ دونوں باہم متحد نہیں تھے، اس لیے دونوں کے الگ الگ سردار تھے۔ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف نے مسلمانوں کے خلاف بڑے پیمانے پر تیاری شروع کی۔ رسول اللہ ﷺ انسدادی مہم کے طور پر اس سے نمٹنے کے لیے نکلے۔ حنین میں ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ باوجود نقصان

کے مسلمانوں کو کام یابی ملی۔ یہ لوگ بھاگ کر طائف کے فصیل دار شہر میں پہنچے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور طائف کا محاصرہ کرلیا۔ چند دن تک محاصرہ کے بعد آپؐ اسے فتح کیے بغیر مکہ واپس روانہ ہوگئے۔ بنو ہوازن نے مسلمانوں کی حیثیت بھانپ لی اور وفد لے کر آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور صلح کرلی۔ یہ وہ وقت تھا جب اسلام کی شان وشوکت سارے عرب پر ظاہر ہوچکی تھی۔اہل طائف بھی اس سے متاثر ہوئے اورانہوں نے دوستی کا وفد مدینہ بھیجا اور مسلمانوں کی سربلندی قبول کرلی، مگر انہوں نے اپنی مذہبی اورسیاسی خودمختاری باقی رکھنی چاہی۔ان کے ذہن میں اس وقت اسلام کا تصور صرف سیاسی طور پر ماننا تھا، اس لیے ان کے وفد نے ایک غیر مفتوح ملک کے نمائندہ کی حیثیت سے بڑی دل چسپ شرائط پیش کیں:

(۱) انہیں نماز سے مستثنیٰ کیا جائے۔(۲) طائف کو حرم قرار دیا جائے۔ (۳) انہیں زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔(۴) جہاد (یعنی مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے) سے بھی مستثنیٰ قرار دیا جائے۔(۵) ان کا قدیم بت خانہ نہ توڑا جائے (۶) زنا سے منع نہ کیا جائے۔(۷) سود کی ممانعت نہ رہے۔(۸) شراب کی ممانعت بھی نہ رہے۔ ۳۸؎

انہیں نماز سے استثنا اورزنا وشراب کی اجازت نہ دی گئی، البتہ عسکری خدمات انجام دینے سے مستثنیٰ کردیا گیا۔سود کی حرمت کے لیے انہیں تھوڑی سی (آئندہ آنے والے میلے تک) مہلت دی گئی۔ ۳۹؎ ان کے معبد کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے نہ توڑو، بلکہ ہمارے آدمی اسے مہندم کریں گے۔اس طرح اگر کوئی نقصان پہنچے گا تو تم محفوظ رہوگے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اہل طائف کا یہ وہم بدستور باقی تھا کہ بت خانہ توڑنے والے کو سخت قسم کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ آپؐ نے دو صحابہ: حضرت ابوسفیان بن حربؓ اورحضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو اس کام پر مامور کیا۔انہوں نے ان کے معبد کو خاکستر کردیا۔اس طرح اس معاہدہ کے ذریعہ ان کے اندر سے برسوں پرانی بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا۔ ۴۰؎

اہلِ طائف کو تمام حقوق سے نوازا گیا۔ ان کی سیاسی خودمختاری برقرار رہی

اورانہیں پورے طور پر تجارتی، معاشی اور ثقافتی آزادی سے سرفراز کیا گیا، نیز ہر ظلم کے خلاف ان کی مدد کا وعدہ کیا گیا۔ اس طرح مکہ کے جنوب میں قریب ترین ایک بڑی اور اہم طاقت اسلامی ریاستِ مدینہ کی حلیف بن گئی۔ اس معاہدہ کے بعد بنوثقیف کے ایک حلیف 'بنوحلال' وفد کی شکل میں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی عظیم نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال ہوگئے۔ اہلِ جرش نے بھی بالادستی تسلیم کرلی۔

اہلِ عمان سے معاہدہ

عمان عرب کے جنوب مشرق کا ایک ساحلی علاقہ تھا۔ یہ دریائے یمن اور ہند کے ساحل پر مقام ہجر کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ یہ علاقہ اقتصادی طور پر بڑا مضبوط تھا۔ یہاں بین الاقوامی سطح کے بازار لگتے تھے، جن میں ہند، چین اور سندھ کے علاقوں سے لوگ سمندری سفر کرکے شرکت کرتے تھے۔ [۴۱]

عہد نبوی میں اس علاقہ کی آبادی کا ایک بڑا حصہ قبیلہ 'ازد' پر مشتمل تھا۔ دیگر عرب کی طرح یہ علاقہ بھی مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ اس لیے ہر قبیلہ کا الگ سردار تھا۔ فتح مکہ کے سال یہ قبائل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر اسلام لائے۔

بعثت نبوی ﷺ سے قبل ایرانیوں نے جن عرب علاقوں پر قبضہ کیا تھا ان میں عمان بھی شامل تھا۔ اس پر جلندی المستکبر حکم راں تھا۔ اس کے بعد اس کے دو بیٹے جیفر اور عبد مشترکہ حکم راں ہوئے۔ ایران کے سیاسی خلفشار کی بدولت عرب کے مقبوضات پر اس کی گرفت کم زور ہوگئی تھی۔ اس صورت حال سے رسول اللہ ﷺ پورے طور پر باخبر تھے، چنانچہ آپؐ نے اپنی تمام تر توجہ عرب میں ایرانی مقبوضات پر مرکوز کردی تھی۔ [۴۲]

بعض مآخذ کے مطابق چھ ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوزید انصاریؓ کے ذریعہ شاہانِ عمان کی طرف مکتوب ارسال فرمایا، جس میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ [۴۳] آپؐ کا یہ مکتوب جیفر وعبد کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اسلامی ریاست کا حصہ بن گئے۔ قبیلہ 'بنوازد' اور دیگر قبایلِ عمان بھی اسلامی

وفاق میں شامل ہو گئے ۔ان کے ساتھ جو معاہدہ انجام پایا اس کی وجہ سے اسلامی ریاستِ مدینہ کو جنوب مشرقی علاقے میں ایک اہم قبیلہ اور اس کے دوستوں کی ہم نوائی کا شرف حاصل ہوا۔اس موقع کو غنیمت جان کر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے کچھ افراد کو آس پاس کے قبائل کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لیے روانہ کیا۔ یہ لوگ اپنے مشن میں کام یاب رہے اور آس پاس کے قبائل نے بھی اسلام قبول کرلیا۔اس طرح اسلامی ریاست مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ یہ آپؐ کی سیاسی بصیرت اور حکمت و مصلحت کا ہی ثمرہ ہے۔

اہلِ بحرین سے معاہدہ

بحرین عرب کے مشرق میں ایک ساحلی علاقہ تھا۔ یہاں مختلف قبائل: عبدالقیس، بکر بن وائل اور تمیم کے لوگ آباد تھے۔بحرین بھی فارس کے زیر تسلط تھا اور یہاں منذر بن ساویٰ عربی النسل حکم راں تھا،لیکن شاہ فارس کا خراج دہندہ تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی اور وعدہ کیا کہ تمھیں تمھارے منصب سے معزول نہیں کیا جائے گا، چنانچہ اس نے اپنی رعایا کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے جو مکتوب روانہ کیا تھا، اس کا مضمون درج ذیل ہے:

> ’’تمہارا سب کچھ تمہارے پاس ہی رہے گا، بہ شرطے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے تابع رہو۔ جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے وہ حقوق اور ذمہ داریوں میں ہماری طرح ہوں گے۔‘‘ ۴۴؎

بحرین میں یہودیوں ،نصرانیوں اور مجوسیوں کی آبادیاں بھی تھیں۔آپؐ نے ان سے معمولی جزیہ پر مصالحت کرلی۔اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔بحرین کے قبیلہ بکر بن وائل کا وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہو گیا۔ ۴۵؎ اس وفد میں نوّے (۹۰) افراد شامل تھے۔آں حضرت ﷺ نے انہیں تالیفِ قلب کے لیے انعام واکرام بھی عنایت کیا۔ ۴۶؎ آپؐ نے بحرین کے ایک

اورقبیلہ عبدالقیس کوبھی خط تحریر کیا، چنانچہ اس قبیلہ کی اکثریت نے اسلامی ریاستِ مدینہ کی سربراہی میں رہنا پسند کرلیا۔اس قبیلہ کی، دوسرے قبیلوں کے ساتھ بعض اموال واجناس پر غالباً تھوڑی بہت چپقلش رہتی تھی۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اطراف کے قبائل کے لیے تحریر کیا کہ وہ ان کی فراہمی اجناس میں مانع نہ ہوں، بلکہ ان کے لیے خصوصاً زرعی تجارت کے دوران میں سہولت پیدا کریں۔اہل بحرین کے لیے آپؐ نے لکھا کہ قبیلۂ عبدالقیس کے ساتھ زیادتی کرنے والوں کے خلاف اس قبیلہ کی مدد کریں۔۴۷؎

حواشی ومراجع

۱– عون الشریف قاسم،نشاۃ الدولۃ الاسلامیہ علی عہد رسول اللہ ﷺ ، دارالکتب الاسلامیۃ ، بیروت،۱۹۸۱ء،ص:۹

۲– حوالہ سابق

۳– ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ، دارصادر بیروت، ج:۱،ص:۲۵۸

۴– نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ ،ص:۱۰

۵– محمد حمیداللہ، الوثائق السیاسیۃ، مقدمہ

۶– ابن طولون، اعلام السائلین، ص۶

۷– حوالہ سابق، ص:۴۸۔۵۳

۸– ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، داراحیاء التراث ۱۹۹۴ء، ج:۴،ص:۲۶۳

۹– ابن سعد، الطبقات، ج:۷،ص:۱۴۱

۱۰– ابن ندیم ،محمد بن ابن یعقوب اسحاق، الفہرست، تحقیق رضا تجدد، ص:۱۱۳

۱۱– ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ بیروت، ج:۸،ص:۱۷۷

۱۲– نشأۃ الدولۃ الاسلامیۃ ،ص:۱۱

۱۳– حوالہ سابق، ص:۴۱

۱۴– ابن اثیر، تذکرہ مکتوبات نبوی

١٥۔ حوالہ سابق، وثیقہ نمبر:٢١۔ ٢٢۔ ٣٣۔ ٨٠
١٦۔ فتوح البلدان، ص:٥٠
١٧۔ سمہودی، نورالدین علی بن احمد، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، ج:١، ص: ١٤٥۔ ان کے نزدیک بیرون قبائل کی تعداد بیس سے بھی زائد ہے۔
١٨۔ ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص:٨٠
١٩۔ ابن منظور، لسان العرب، جملہ ربع کے تحت
٢٠۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن، کتاب الخراج، باب کیف کان اخراج الیھود من المدینۃ
٢١۔ ملاحظہ کیجیے راقم کی زیر طبع کتاب 'نبی کریم ﷺ کے سیاسی دستاویزات کی عصری معنویت'
٢٢۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص:٨٥۔ بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ یہود سے معاہدہ بھی غزوۂ بدر سے قبل طے پایا تھا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوأۃ الدولۃ الاسلامیۃ، ص: ٣٥۔ ٣٤
٢٣۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج:١، ص:٦٨٠
٢٤۔ محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:٢٧٩
٢٥۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ١٦١، ١٦٠، ١٥٩، ١٥١
٢٦۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص:٢٨٠
٢٧۔ ملاحظہ کیجئے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: ١٥٢۔ ١٥٣
٢٨۔ ابن قیم، زاد المعاد، ج:٢، ص:٥٢٦ تا ٥٢٩
٢٩۔ السرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ بیروت، ج:١٠، ص:٨٦
٣٠۔ ملاحظہ کیجئے، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص: ٣٥
٣١۔ بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب
٣٢۔ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر:١١
٣٣۔ سہیلی، الروض الانف، جزء ٦، ص: ٤٦٨
٣٤۔ یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ج:١، ص: ٢٣٨

۳۵–واقدی، المغازی،ص: ۱۴۷
۳۶–الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: ۱۷۱
۳۷–سیرۃ ابن ہشام، ج: ۲،ص: ۳۱۸
۳۸–دیکھئے رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی،ص: ۲۲۴
۳۹–الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ: ۱۸۱
۴۰– سیرۃ ابن ہشام، ج: ۴،ص: ۵۴۰-۵۴۱
۴۱– معجم البلدان، ج: ۴،ص: ۱۵۰
۴۲– محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ،ص: ۱۵۷
۴۳–الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: ۷۶
۴۴–حوالہ سابق، وثیقہ نمبر: ۵۷ تا ۶۰
۴۵–طبقات ابن سعد، ج: ۱،ص: ۳۱۵
۴۶–البکری، حسین بن محمد بن الحسن، تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس، ج: ۲، ص: ۱۱۸-۱۱۹
۴۷–الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: ۲۷

توحید اور قیامِ عدل

مولانا محمد جرجیس کریمی

توحید کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے، جس پر ایمان لانے سے انسانی زندگی میں نظم، توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے اور اس پر ایمان نہ لانے سے وہ بدنظمی، بے اعتدالی اور فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔

پیش نظر کتاب چار مباحث پر مشتمل ہے، جن میں عقیدۂ توحید کی وضاحت کی گئی ہے، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اعتدال و توازن کے اثرات بیان کیے گئے ہیں، نیز عقیدہ توحید سے محرومی اور شرک و الحاد میں آلودگی کے نقصانات اور افکار و خیالات پر پڑنے والے اثرات کا عالمانہ جائزہ شامل ہے۔

صفحات: ۹۲ قیمت: ۵۰